



مرکز جهانی علوم اسلامی
مکتبہ ملکی علمیہ لٹریس

مرکز جهانی علوم اسلامی

مدرسہ عالیٰ فقہ و معارف اسلامی

پایان نامہ کارشناسی ارشد

رشته فقہ و معارف اسلامی

عنوان: (ترجمہ بربان اردو)

کتاب صلح امام حسن علیہ السلام

مؤلف

شیخ راضی آں یاسین

استاد راهنماء:

حجۃ الاسلام والمسلمین آقا ولی الحسن رضوی

استاد مشاور:

حجۃ الاسلام والمسلمین آقا کمیل اصغر زیدی

دانش پژوه

سید نیم عباس نقوی

سال ۱۳۸۲

کتابخانه جامع مرکز جهانی علوم اسلامی

شماره ثبت: ۱۰۹

تاریخ ثبت:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقدیم:

این هدیه ناچیز را به یوسف ز هراء اللهم حضرت ولی عصرار و احنا فداه تقدیم می نمایم.
 امیدوارم چشمان مشتا قان همه منتظران بـ جمال عالم آرامی آن حضرت روشن و مقرر گردد.
 و بعد از آن ثواب این زحمت ناچیز را به پدر بزرگوار سید امیر حیدر لقوی و خواهر محترمہ ہدیه می نمایم۔

تشکر و قدردانی:

با تشکر و قدردانی مسئولین محترم مرکز جهانی علوم اسلامی حوزه علمیه قم که طلاب را به تدوین پایان نامه زینه پژوهش و قلم زدن را فراهم نمودند، و با سپاس گذاری از استاد راهنمای جهت الاسلام و مسلمین آقای ولی الحسن رضوی در مرحله ترجیح این کتاب از راهنمای دهدایت از معظم علمیه بجهت گفتم، همچنین ممنون و سپاس گذاریم از مشوره های علمی و گرال مایی استاد مشاور جهت الاسلام و مسلمین آقای کمیل اصغر زیدی که دایم از مشوره های ایشان برخورداریم، و از خداوند متعال توفیق مزید آن را در افاضه علم و دانش و ادامه راهنمایی های و مشاوره های علمی برای شاگردان کتب امام صادق علیه السلام خواستاریم.

بسمه تعالیٰ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الکریم آل اطیفین الطاہرین المعصومین
ام مبارک آنچاح حسن علیہ السلام، کنیت ابو محمد، لقب مجتبی، پدرش امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام امادرش فاطمة الزهراء بنت پیغمبر
اکرم علیہ السلام، تعداد همسران، ۸تاً بودند که از آنها اتم فروع و جعده بنت اشعث بود که به اغوای معاویه آنحضرت را مسوم و شهید
کرد، فرزندان آنحضرت ۵ انفر بودند، که از آنها قاسم و حسن شی و زید بودند، نسل آنحضرت فقط از حسن شی و زید باقی ماند.

ابو الفرج اصفهانی نوشتہ است، معاویه میخواست برای پسرش زید بیعت بگیرد و در انجام این کار، یعنی چیز برای او گرال
بارتر و مراحم تراز حسن بن علی علیہ السلام و سعد بن ابی و قاص نبود، بدین جهت هر دور اباوسایل مخفی مسوم کرد.

موقعیت سیاسی: پیش از بیعت: بزرگترین حادثه در تاریخ اسلام درگذشت پیغمبر خدا بود که با این حادثه، عالم ظلمتی شر
آفرین فرو رفت و زمین با مرگ پیغمبر از آسمان منقطع گشت، ولی رسول خدا علیہ السلام آزمائش دشوار و معصیت بزرگی را که مسلمان بر
اثر انقطاع وحی به آن دچار خواهد شد، از پیش درک کرده بود از این جهت فرمود که من در میان شما کتاب خدا و عترت و خاندانم را
میگذارم، اگر بدان چنگ زندگرا نخواهید شد. بیعت: اگر دین در منطق اسلام آن چیزی است که پیغمبر خدا بالغ می کند زیرا
 فقط او است که از روی ہوس خن نمی گوید و لفظتاش وحی الھی است، اگر خلیفه در نظام اسلامی آن کسی است که پیغمبر اکرم علیہ السلام به
 حکم الھی آن بالاترین مرجع در اثبات وقایی است و اور ابه مقام دین منصب میکند، پس حسن بن علی علیہ السلام ابی یحیی گفتگو خلیفه شرعی
 است، مردم به او بیعت بکنند یا نکنند، رسول اکرم علیہ السلام اور ابہ نام و نشان در ردیف خلفای دوازده گانه اش معرفی که شاهزاده و کرده
 است، امام و پیشوایید و مادر تان راحت شفاعت است، امام حسن علیہ السلام بعد از شهادت پدر بزرگوار، روز بیست و یکم در مسجد کوفه خطاب
 کرد و بعد از آنحضرت عبید اللہ بن عباس بلند شد و با صد اطنین گفت، ای مردم، این پسر پیغمبر و جانشین، پیشو او امام شما است با او
 بیعت کنید که خداب و سیله او دناله روان رضا کی خود را به راه راست رهبری میکند، آن وقت مردم با شوق و رغبت به بیعت او شتافتند
 حتی که بصره و مدائن و سرتاسر عراق نیز با کوفه در بیعت امام حسن بن علی علیہ السلام هنگ شدند، چجاز و بکن نیز به دست فرمانده جاریه
 بن قدامه بیعت کردند، وفارس به دست زیاد بن عبید بیعت کردند. کوفه در روزهای بیعت: بسیاری از مردم که خود پرستی و سود جویی
 به مرز عقیده‌ی آنان نیز تجاوز کرده بودی پنداشتند با بیعت کردن با حسن بن علی علیہ السلام که دارای خلق و خوی یادآ و پیغمبر بود، را یعنی به
 اثبات خواسته‌ها و اوضاعی ہوں و طبع‌های خود خواهند یافت ولی این خلق و خوی عظیم را فهمیده نبودند، بسیاری از کسانی که در یحیی

رأی و فکر با امام حسن علیهم السلام عقیده نبودند، نیز همین اشتباه را داشتند، لذا مثل موانع مخلص، از روی میل و رغبت با او بیعت کردند، پس به زمانی کوتاه اولین کسانی بودند که از میدان گریختند، حتی به پشت سر خود نگرفتند، علت اصلی صراحتی در حکم و قاطعیتی در اجرای عدالت بود و این اخلاقی گری و فتنه‌گذیری این عده فقط این بود که از سود مادی این رژیم تماشی شده بودند، معاویه از این موقعیت فرستاده مناسب دست آورد که اخلاقی گری خود را آغاز کند که که از خزان شام پوسته جلوه دلپذیر پول و وعده‌های را بر جمیعت شهادت قرار داد، از این جهت حسن بن علی علیهم السلام دستخوش گرگونگی نشست آراء اختلاف و بر ملاشدن کینه و شخصی میان بزرگی از مردم شده بود، که روزهای بیعت حسن علیهم السلام جنبان و بانی این فساد بودند به چند دسته تقسیم شدند - تقسیم بر جنگ: چوں معاویه، تابوده، مواره، دشمن این هدف ها و معارض منادیان این اصلاحات بوده بالآخر حصم با سرکشی وطنیان از جامعه مسلمین کناره گرفته و هوس حکومت در جان او ریشه دو اندی و منافع شخصی در اداره اک و روش او اثر گذاشده بود که ناچار حسن بن علی علیهم السلام نیروی توده‌های مسلمان را بر ضد او بیچ کرد، و پس فرمود، خدا بر مردم جهاد را اجبار کرده است پس پایداری کنید که خدا به پایداران است، مردم سکوت کردند و به بیچ زبان به خنکشیدند و امام حسن علیهم السلام ارباب یک کلمه پائی خنداند! عدى بن حاتم بلند شد، و برستی و سکوت این ها کنکوش کرد، منم عدى بن حاتم، و چه زشت است این رفتار شما! چرا پیشواد فرزند رسول را پائی خنی دهد پس روی ابی حسن بن علی علیهم السلام دوگفت من همین لحظه به ازدواگ ای مردم ہر که تیخواحد باما باشد، بسم الله، و از مسجد خارج شد، بعد آنحضرت میره بن نوبل را بر کوفه گماشت تا مردم را برای جنگ ترغیب کند و خیله فرستد و آنحضرت با اطرافیان از شهر خارج شد، عدد سپاه: تعداد سپاه حسن بن علی علیهم السلام آغاز دعوت جهاد در دست نیست، ولی بنا بر نقل بسیاری از تاریخی ۱۲ هزار ایلی ۴۰ هزار ذکر کردند، عنصر سپاه: در آن زمان برای مجاهد بیچ گوئه استعداد و سن خاص نظر گرفته نمی شد، و سر بازی هم اجباری نبوده، برای برايختن مردم به اطاعت پیشتر از آئین اسلام و تبلیغ استفاده میکردند، مثل جبر بن عدى را برای تبلیغ معدم فرستاد تا مردم را جمع کند و میدان جنگ بفرستد - عبید الله بن عباس: این پنهان سالار دغدار و جویای انتقام دو فرزند بیگناه خود داشت ایشان وقتی مسکن رسید، معاویه قاصد را فرستاد و طمع حکومت بعضی از شهر عراق و شام داد، و پانصد هزار نفر فرستاد که این فریب خورده به جهت تبلیغ آن راه فرار اختیار کرده و به هشت هزار نفر به معاویه

فہرست مطالب

صفحہ

عنوان

۲.....	آغاز گفتگو: مرحوم آیت اللہ علامہ سید شرف الدین موسوی
۱۷.....	پیش لفظ: پہلا باب:
۲۳.....	حسن بن علی <small>علیہ السلام</small> کے حالات دوسرا باب:
۳۳.....	سیاسی موقعیت: پہلی فصل:
۳۹.....	قبل از بیعت: دوسرا فصل:
۴۸.....	بیعت: تیسرا فصل:
۴۹.....	کوفہ بیعت کے دن: اگر وہ اموی:
۵۰.....	۲: خوارج: ۳: کثیر الشک:
۵۶.....	۴۲: الحمراء:

چوتھی فصل:

جنگ کا ارادہ:	پانچویں فصل:
.....	سپاہ و جرنیل سپاہ:
.....	چھٹی فصل:
سپاہ کی تعداد:
.....	اعلامہ مجلسی:
۱۰۲.....	۲: ابن ابی الحدید:
۱۰۳.....	۳: زہری:
۱۰۴.....	۴: مسیب بن نحبۃ کی گفتگو:
۱۰۵.....	۵: ابن اشیر:
۱۰۵.....	۶: امام حسن عسکری کی گفتگو:
۱۰۵.....	۷: ابن قتیبه دینوری:
۱۰۶.....	۸: امیر شام کی تھدید میں زیاد بن ابیہ کا جواب:
.....	بحث و تحلیل:
۱۰۷.....	۱: سپاہ کی تعداد:
۱۰۸.....	۲: ۷۰۰ ہزار کی تعداد کی تحقیق:
۱۰۸.....	۳: سپاہ کی تعداد ۳۰۰ ہزار:
۱۱۰.....	۴: لشکر عظیم:
۱۱۰.....	۵: روایت بخاری:

ساتویں فصل:

سپاہ کے افراد:

آٹھویں فصل:

عبداللہ بن عباس

نوبیں فصل:

تقدیر خدا

۱۳۱: حالت اول

۲: حالت دوم

دویں فصل:

متزلزل حکومت

گیارہویں فصل:

عقیدہ؟ یا حکومت؟

فہرست مطالب:

۱۱۲.....

۱۲۳.....

۱۳۱.....

۱۳۲.....

۱۳۲.....

۱۵۰.....

۱۹۱.....

۱۷۷.....

آغاز گفتگو: مرحوم علام عبدالحسین شرف اللہ یں موسوی عاملی

امیر شام کے ساتھ امام حسن علیہ السلام کی صلح اہل بیت علیہ السلام کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے ہاتھوں پیش آنے والے مشکل ترین حوادث سے تھی اس صلح سے امام حسن علیہ السلام کو ایسی مشکلات پیش آئیں کہ ان کا کوئی بھی خداوند متعال کی مدد کے بغیر تخلی نہیں کر سکتا تھا، لیکن آپ نے اس عظیم آزمائش کو بڑے صبر و تحمل اور پائیداری سے طے کیا اور بڑی ہی سربلندی و متنانت اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف و مقصد یعنی خدا و رسول اور قرآن کے حکم اور مسلمانوں کی فلاح و نجات کی تکمیل کی، یہ وہ ہدف و مقصد ہے جو آپ نے ہمیشہ اپنے ہر قول و فعل میں پیش نظر رکھا اور جس سے آپ کو عشق رہا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے آپ کو اس صلح کی وجہ سے آرام ٹلی اور عافیت پسندی سے متمم کیا تھا اور شیعوں کا وہ گروہ کہ جن کی یہ آرزو تھی کہ اے کاش آپ صلح کے بجائے امیر شام سے جہاد کرتے اور راہ شہادت سے حیات ابدی کو حاصل فرماتے، جس طرح آپ کے بھائی امام حسین علیہ السلام نے روز عاشوراء کامیابی حاصل کی تھی، اے کاش وہ بھی اسی راہ کو انتخاب کرتے تو کیا اچھا ہوتا، لیکن یہ دونوں گروہ عقل و فکر کی نظر میں کوئی قدر و قیمت اور اہمیت نہیں رکھتے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کچھ لوگ آج تک صلح امام حسن علیہ السلام کے بارے کچھ اندر یہی اور شک و شہم سے دوچار ہیں اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو محکم و مستند عقلی و نقلی دلائل و شواہد سے اس مسئلے کی تحقیق کر کے حقیقت کو واضح طور پر بیان کرتا۔ میں خود مختلف ادوار میں اس کوشش میں رہا، لیکن خداوند عز و جل کی حکیمانہ مشیت کچھ اس طرح تھی کہ اس شخص کو اس کام کے لئے منتخب کرے جو اس کی لیاقت بھی رکھتا ہو اور اس کام کے لئے سب سے زیادہ سزاوار بھی ہو، وہ اس انوکھی کتاب صلح امام حسن علیہ السلام کی تالیف میں اپنی کمال و انسانیت کا ثبوت پیش کر سکے، چنانچہ یہ کتاب صلح امام حسن علیہ السلام اس موضوع پر فصل الخطاب

(یعنی کلام آخر) کی حیثیت رکھتی ہے اور حق و باطل کے درمیان حدفاصل ہے۔

میں نے اس کتاب کی چند رشنده فضلوں کا مطالعہ کیا جو مؤلف کے فضل و بزرگواری کی علامت ہیں جس سے پتہ چلتا کہ اس کتاب میں واقعاً کامل وقت نظر، محنت و مشقت اور میانہ روی سے کام لئے ترددیں فیصلہ کن انداز میں پیش کی گئیں ہیں اور روایات نقل کرنے میں چھوٹے چھوٹے نکات پر توجہ، تلاش و جستجو اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے، یہ کتاب بحث مناظرہ کے اصولوں پر کامل نظر کو بیان کرتی ہے اور جو چیزیں بھی موضوع کے لئے مناسب تھیں ان سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے، بہترین اسلوب کلام میں روانی، مختصر الفاظ میں حرف مطلب کی ادائیگی (یعنی بلاغت) اور حسب ضرورت کلام کو طول دینے میں زیبائی و جاذبیت کا خیال رکھا گیا ہے، میں نے اس کتاب کو بالکل مصنف بزرگوار کی شان کے مطابق پایا ہے۔

یہ کتاب منظم فکر اور خلاق و مبکراہہ مطالب پر مشتمل ہے اور تمام مطالب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے لبریز اور ایلٹے چشمہ کی طرح ہیں جو اپنے اندر عقلی و نقلي دلائل کو ذخیرہ کئے ہوئے ہیں، موضوع کے مناسب حال مطالب تمام جہات سے آپس میں جڑے ہوئے نہایت ہی کامل و قیمتی اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، جگہ جگہ ضروری اعتراضات اور ان کے جوابات اس کتاب کے اصل خصائص میں سے ہیں۔

صاحب کتاب اعلیٰ اللہ ا مقامہ..... پڑھنے والا اس کتاب کے مطالب کو پڑھ کر مؤلف کی عظمت و شخصیت کو پہچان سکتا ہے اگر میں مصنف کو ذاتی طور پر نہ بھی جانتا ہوتا تو اس کتاب کے نفسی مطالب کو پڑھ کر ان کی عظمت کو سمجھ لیتا، لیکن یہ کتاب ان کی عظیم شخصیت کی شناسائی کے لئے کافی ہے، ان کی یہ بہترین کلام، پرسکون طبیعت، وسیع الگوی، نرم رفتاری، علم و فہم سے لبریز ذہانت، وسیع الطلعات، بہترین انداز میں گفتگو، لہجہ کی مٹھاس، کنایہ کی لطافت، فصح و بلیغ حکمت آمیز باتیں، قول فعل میں خوش اخلاقی کامظاہرہ ان کی فضیلت کی زندہ مثال ہیں، بلند اخلاق سے آراستہ، سلیم الطبع انسان، علوم آل محمد ﷺ سے مٹھائیں مارتا ہوا قلب، اسرار آل محمد ﷺ سے آشناز ہن جس پر پیچیدہ مطالب آشکار ہیں اور ہر عیب و ہنر سے اگاہی رکھتا ہے، یہ تمام صفات ظاہرہ انسان کی پہچان ہیں۔

اگر کوئی شخص اس کتاب کے مطالب کا وقت نظر سے جائزہ لے اور معاویہ و امام حسن علیہ السلام کے حالات کا تحقیق سے مطالعہ کرے تو سمجھ لے گا کہ یہ واقعہ کوئی نیا پیش آنے والا واقعہ نہیں ہے، بلکہ دونوں ہی ایک مختلف کروار کے جاثشیں ہیں، امام حسن علیہ السلام کا اخلاق قرآن و سنت کا اخلاق اور امیر شام، بنی امیہ کے اخلاق کا مالک ہے، اگر آپ چاہیں تو اس طرح بھی کہہ سکتے

ہیں کہ حسن علیہ السلام اخلاق محمد علیہ السلام کے مالک اور امیر شام اخلاق میں ابوسفیان و ہند کا جانشین تھا، یہ دونوں اخلاق میں ایک دوسرے کے بالکل مخالف نقطہ مقابل کہے جاسکتے ہیں، جو کوئی بھی ان دونوں کے حالات کا پوری طرح سے جائزہ لے تو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں سے کون حق پر اور کون باطل پڑھا۔

چنانچہ جس وقت اسلام کا بول بالا ہوا اور ذات وحدت نے اپنے رسول ﷺ کو فتح میں نصیب فرمائی اور اپنی نصرت کا ملہ سے نواز اتو بی امتیہ کی برا یوں کا شعلہ شرارہ وقتی طور پر ٹھنڈا پڑ گیا، ابوسفیان اور اُس کے دوستوں کے عزائم خاک میں مل گئے اور وہ حیران و ششدھ ہو کر رہ گئے، آپ نے قرآن حکیم، صراط مستقیم اور شمشیر محمدی کی برکت سے مقابلے میں آنے والی ہر قوت کو شکست دیدی، مگر وہ حق و حقیقت جو خدا کی طرف سے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے تھے اس کے صدقے میں باطل کے چہرے پر پڑے جا بہت گئے اور اس کا حقیقی چہرہ درختان ہو گیا، اُس وقت ابوسفیان، اُس کی اولاد اور اُس کے ساتھیوں کے لئے اسلام قبول کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا، اگر مقابلہ کرتے تو جان خطرے میں تھی اس لئے اسلام قبول کر کے انہوں نے اپنی جانیں محفوظ کر لیں، لیکن ان کے دلوں میں محمد آل محمد علیہ السلام کی دشنی بھری ہوئی تھی اور سینہ میں کینہ کی آگ شعلہ و رہی، وہ اپنے مکروحیلہ سے کام لے کر اس کو اپنے دل میں پال رہے تھے، دوسری طرف پیغمبر اکرم ﷺ نہ صرف ان کی دلی دشنی سے اگاہ تھے بلکہ ان کی فراوان مالی مدد بھی کرتے تھے اور ان کی دوستی جذب کرنے کے لئے ہمیشہ ان سے محبت و اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے کہ شاید ان کی اصلاح و ہدایت ہو جائے، آپ بڑے حوصلہ اور وسیع الفکر کے ساتھ ان کا سامنا کرتے تھے، جیسا کہ آپ دوسرے منافقین سے پیش آیا کرتے تھے، پیغمبر اکرم ﷺ کا خندہ پیشانی سے پیش آناباعث بنا کہ مجبور انہیں اپنی دشنی کو آنحضرت سے مخفی رکھ کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا پڑا۔

شاید یہی خوف والا لمحہ کے تحت کیا جانے والا اظہار محبت جس میں انہوں نے اپنا کینہ و حسد چھپا کر کھاتھا باعث بنا کہ لوگ آہستہ آہستہ بنی امتیہ کے وطن مکہ کی اذیتوں کو بھی بھول گئے، فتح و کامیابی کے میدان میں رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد بنی امتیہ کی پہچان فقط یہ رہ گئی تھی کہ یہ خاندان رسول ﷺ کا خندہ پیشانی سے ہیں، لیکن کچھ عرصہ بعد جب ان لوگوں کو فرصت ملی تو مند رسول ﷺ کے جانشین بن بیٹھے، اس وقت امیر شام نے یہ موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا اور حکومت کے سایہ میں اپنے آپ کو اسلام کے قوی ترین گورزوں میں شامل کر لیا تاکہ کردار و گفتار میں مسلمانوں کا شاستر ترین امیر نظر آئے، اس طرح امیر شام نے ہوشیاری کے ساتھ اپنی مکارانہ سیاست کے ذریعے گورنری اسلام سے سلطنت کا استفادہ کیا، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ

نے اس کی خبر دی تھی، انہوں نے دین خدا کو اپنی فریب کاری کا ذریعہ قرار دیا، لوگوں کو اپنا غلام بنایا، مال خدا کو اپنا ذاتی مال سمجھا، کیا رسول اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت یہی ہے؟ خلیفہ دوم و سوم کے دور حکومت میں امیر شام نے اپنی بیس سالہ امارت کے دوران ایسی فعالیت دکھائی لئے شام میں اپنے لئے ایک مستقل حکومت قائم کرنے اور لوگوں کو اپنی بخشش و عطا کا گروہ دہ بانے میں کامیاب ہو گئے، شام کے لوگ پوری طرح اس کے طرفدار و مددگار ہو گئے، اس لئے اسلامی مملکت میں ان کی حیثیت ممتاز نظر آنے لگی، دوسرے علاقوں کے مسلمانوں میں ان کی شناخت قریش (یعنی رسول خدا ﷺ کے خاندان) اور صحابہ سے ہونے لگی یہاں تک کہ یہ لوگ اصحاب سابقین (یعنی ابوذر، عمار یا سر و مقدم اجیے اصحاب سے بھی زیادہ مشہور ہو گئے، اس طرح بنی امیہ کا گروہ دوبارہ اقتدار پر آگیا اور انہوں نے بنی ہاشم سے اپنی دشمنی کا لئی شروع کر دی، اُسی مکر و حیله کے ساتھ گذشتہ دشمنی اسلام کے راست پر چل پڑے۔

آہستہ آہستہ زمانہ گذرنے کے ساتھ اپنی شیطانی روشن سے عام لوگوں کو دھوکا فریب دیا اور خواص کو بیت المال سے اندر ھادھند تکہ و انعام اور عہدہ و منصب سے نوازا جبکہ خداوند متعال نے ان جیسے خیانت کاروں پر یہ چیزیں حرام قرار دیں تھیں، اس طرح امیر شام نے اپنی اس روشن میں کامیابی کے لئے اس علاقے میں مسلمانوں کو نصیب ہونے والی کامیابیوں سے خلافاء کی خوشنودی حاصل کرنے میں فائدہ اٹھایا، جب امیر شام نے اپنی چال بازیوں اور مکاریوں سے بنی امیہ جو چاہتے تھے اس کی راہیں ہموار کر لیں پھر طاغوت کی مدد سے احکام الہیہ کی طرف دست دار ازی شروع کر دی اور ان کو تحریف و تبدیلی سے تباہ کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں کو دوبارہ جہالت کے راستے پر لگانے میں کامیاب ہو گئے اور ان کو دین کی طرف سے لا پروا، بے اعتماد اور مخرف کر دیا اور اپنے اصلی مادی ہدف و مقصد اور زمانہ جاہلیت کے خاندانی امتیازات کے حصول میں لگ گئے، لیکن عام لوگ ان چیزوں سے بے خبر تھے، کیونکہ اسلام کے بنیادی اصول اور حکم (یعنی دین اسلام کا قبول کر لینا) ماضی کی گذشتہ برائیوں کو پاک کر دیتا ہے جبکہ بنی امیہ کی تاریخی شرمناک برائیوں پر پردہ ڈال دیا گیا تھا، خصوصاً رسول اکرم ﷺ نے بھی ان کو معاف فرمایا اور ان کا دل جیتنے کی کوشش کی، رسول اکرم ﷺ کے بعد خلفاء نے بھی اس خاندان کو اپنے نزدیک رکھا اور امارات دے کر ان کو غیر معمولی امتیازات عطا کئے، اسی لئے بنی امیہ کا گروہ پوری آزادی کے ساتھ ۲۰ سال تک کامیاب حکومت کرتا رہا اور جبکہ زمان کو کوئی روکنے کے والا تھا اور نہ ہی وہ کسی کی روکنے کے غرض رکھتے تھے، اس طرح انہوں نے اپنی موفق آمیز زندگی کو جاری رکھا۔

خلیفہ دوم بیت المال جمع کرنے والوں پر تھتی سے کمزور کرتا تھا اور ان سے حساب لیتا تھا اس کام کے لئے اُسے کوئی چیز مانع نہیں تھی، لیکن بات یہاں تک پہنچی کہ خالد بن ولید جو کہ قسرین پر عامل تھا اُس نے اشعث کو دس ہزار درہم دیے تو خلیفہ بڑا خشمگین ہوا، بلال جبشی کو حکم دیا کہ اس کو عمامہ سے باندھ کر نگے سروپاؤں حکومت کے لوگوں کے سامنے ایک پاؤں پر کھڑا کرو تاکہ جامع مسجد حفص میں لوگ اس سے سوال کر سکیں کہ ان دیناروں کو اپنے مال سے دیا ہے یا بیت المال سے؟ اگر اپنے مال سے دیا ہے تو اسرا ف کیا ہے اور خدا سرفین کو دوست نہیں رکھتا، اگر تو نے بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے اور خدا خیانت کاروں سے بیزار ہے، اس کے بعد خلیفہ نے اُس معزول کر دیا حتیٰ کہ آخر عمر تک اُسے کوئی منصب نہ دیا۔

پھر اس کے بعد ابو ہریرہ کو بلا یا اور اس سے کہا جس دن میں نے تجھے بھرین کا عامل بنا کر بھیجا تھا اُس وقت تیرے پاؤں میں جوتا تک نہیں تھا لیکن اب میں نے سنا ہے کہ تو نے ایک ہزار چھ سو دینار کا گھوڑا فروخت کیا ہے! ابو ہریرہ نے جواب دیا میں کچھ گھوڑے رکھتا تھا جن کے پچھے پیدا ہوئے اور کچھ مقدار میں لوگ میرے لئے ہدیہ لائے تھے، خلیفہ ثانی نے کہا میں تیری زندگی کے خرچ کو جانتا ہوں یہ چیزیں تیرے لئے زیادہ ہیں ان کو بیت المال کی طرف لوٹا دو، ابو ہریرہ نے کہا تجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ میرے مال کو داپس لو،

خلیفہ ثانی نے کہا کیوں! میں تجھے اتنے تازیانے ماروں گا کہ تیری پیٹھ درد کرے گی، پس خلیفہ ثانی اٹھے اور اس کو اتنے تازیانے مارے کہ اُس کی پیٹھ خون آلو دہ ہو گئی، کہا بھی جاؤ اور دینار لے کر آؤ، پس ابو ہریرہ کے پاس اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں تھا اور کہا اس کا حساب تجھ سے خدا کے پاس لوں گا۔

خلیفہ ثانی نے کہا کہ یہ اس صورت میں درست تھا کہ اگر تو اس مال کو راہ حلال سے جمع کرتا اور اپنی رضا و رغبت سے دیتا! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھرین میں مال تیرے لئے جمع ہوتا تھا نہ کہ خدا و بیت المال کے لئے! مان نے تجھے فقط گدھے چرانے کے لئے پیدا کیا تھا۔

لیکن خود ابو ہریرہ: اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے جس وقت خلیفہ ثانی نے مجھے حکومت بھرین سے معزول کیا تھا، مجھے کہا اے دشمن خدا و قرآن! تو نے مال خدا کو چوری کیا ہے؟! میں نے کہا: میں دشمن خدا و قرآن نہیں ہوں میں تیرے دشمنوں کا دشمن ہوں اور نہ ہی میں نے مال خدا کو چوری کیا ہے، خلیفہ ثانی نے کہا: پھر یہ دس ہزار درہم کہاں سے جمع کئے ہیں؟ میں نے کہا

میرے پاس گھوڑے تھے جن سے بچے پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ ہدیہ وغیرہ بھی تھا اور جو کچھ مجھے بیت المال سے ملتا وہ بھی تھا اس کے باوجود اس نے وہ تمام مال مجھ سے واپس لے لیا، اس قسم کے بہت سے واقعات گورنزوں اور خلیفہ ثانی کے درمیان گزرے ہیں، اگر کوئی شخص صاحب مطالعہ ہوتوا یہ واقعات بہت سی کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔

ای طرح خلیفہ ثانی نے ابو موسیٰ اشعری، قدامہ بن مظعون، حارث بن وہب جو قبیلہ بنی لیث بن بکر سے تھا ان کو معزول کیا اور ان سے تمام مال واپس لے لیا (۱) خلیفہ ثانی کی گورنزوں کے ساتھ یہ حکمت عملی تھی کہ کبھی بھی ان سے نرمی اختیار نہیں کی، لیکن ان تمام واقعات کے باوجود امیر شام اُس کا قریبی دوست تھا اگرچہ ان دونوں کی روش میں بہت فرق تھا، مگر اس کے باوجود خلیفہ ثانی نے کبھی اُس کو کسی کام سے روکا اور نہ کبھی کوئی حساب لیا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے یہ بھی کہا کرتا تھا کہ میں تجھے کبھی امر و نہیں کروں گا، یعنی ہر کام کو اس کی رائے واردہ پر چھوڑا ہوا تھا۔

یہ چیز اُس کی سرکشی و طغیانی کا سبب نبی تھی، اس ارادہ نے امیر شام کو بنی امیہ کے پست کام جاری رکھنے پر برقرار رکھا، اس کے مخفی مکروحیلہ نے امام حسن و امام حسین علیہما اللہ کو پر خطر مقام پر لا کھڑا کیا، اسلام کو اسلام کے نام پر رسوائیا اور نور حق کو حق وحقیقت کے عنوان سے خاموش کرنے پر شمار رہا، مگر ان دو مخصوصین علیہما اللہ کے امام حسن علیہما اللہ کی خلافت میں قیام، دین کے دفاع، راہ خدا اور صراط مستقیم کی راہنمائی کے لئے نابودی کا سبب بنے گا، اگر یہاں امام حسن علیہما اللہ اپنے آپ، بنی ہاشم اور دوستوں کو اس خطرناک مرحلہ میں داخل کرتے اور ان کو امیر شام کی طاقتور و مسلح فوج کے مقابل میں لاتے (۲) جیسا کہ امام حسین علیہما اللہ نے عاشوراء کے دن فدا کاری و قربانی پر ہمت باندھی تھی، بے شک یہ جنگ ان تمام افراد کی نابودی کا سبب بنتی، اس طرح گروہ بنی امیہ واضح طور پر کامیابی سے ہمکنار ہوتا، جبکہ یہ کامیابی ان کے ہاتھ میں نہیں تھی اور نہ ہی اس کی فکر کر رہے تھے اس وقت یہ کامیابی ان کے لئے ایک لا جواب کامیابی ہوتی۔

پس ان افراد کی نابودی کے بعد امیر شام کے لئے میدان خالی ہو جاتا اور ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی بھی موجود نہ ہوتا اور حملہ کرنے میں ان کے لئے تمام امکانات مہیا ہوتے، اس کے نتیجہ میں امام حسن علیہما اللہ جس چیز سے دوری اختیار کر رہے تھے

(۱) اس بات کو زیر بن بکار نے کتاب المونقیات میں اور ابن حجر نے الاصابة کے حصہ اول حالات حارث بن وہب میں نقل کیا ہے

(۲) اس کی شرح کو مؤلف بزرگوار نے کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے

اُسی میں دو چار ہو جاتے، جبکہ امام علیہ السلام کی یہ فدا کاری و قربانی عام لوگوں کی نظر میں اعتراض و ایراد کے علاوہ اور کوئی اثر باقی نہ چھوڑتی (۱) اس لئے امام حسن علیہ السلام نے احساس فرمایا کہ امیر شام کو اُس کی سرکشی و گستاخی پر آزاد چھوڑ دیا جائے اور جو قدرت اُس کے پاس موجود ہے اُسی سے عمومی آزمائش میں بدلار ہے، اس صورت حال میں امام علیہ السلام نے امیر شام سے عهد و پیمان لیا کہ اپنی اور اپنے دوستوں و طرفداروں کی روشن کے باوجود قرآن و سنت سے تجاوز نہیں کرو گے اور شیعوں کو بنی امیہ کے گناہوں کی سزا نہیں دی جائے گی۔

تمام وہ حقوق جو دوسرے لوگ بیت المال سے حاصل کرتے ہیں، ان سے شیعوں کو محروم نہیں کیا جائے گا، دوسری شرائط کے بارے میں امام علیہ السلام جانتے تھے کہ امیر شام ان پر عمل نہیں کرے گا بلکہ ان کے خلاف کام کرے گا (۲) اس صلح سے امام حسن علیہ السلام نے بنی امیہ کے بد نما چہرہ سے نقاب ہٹانے کی کوشش کی ہے تاکہ جس زینگی و فریب کاری سے امیر شام نے اپنا اصل چہرہ چھپا رکھا ہے اُس کی اصل واقعیت کو ظاہر کیا جائے، امام حسن علیہ السلام نے یہ ایسا پُر وقار کام کیا جس سے امیر شام اور بنی امیہ کے باقی سرکردہ افراد کا چہرہ جاہلیت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کے دل روح اسلام سے دور

(۱) کیونکہ امیر شام بڑے اصرار سے امام علیہ السلام سے صلح کا تقاضا کر رہا تھا، یعنی ہر شرط کو خدا اور امت کے نفع میں قبول کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کر رہا تھا اور امت مسلمہ کی جان و مال کی حفاظت کا اصرار کر رہا تھا، یہ پیش نہاد عمومی طور پر دونوں شکریک ہنچ چکی تھی اور تمام لوگ اس بات سے اگاہ ہو چکے تھے، حالانکہ تمام لوگ جانتے تھے جتنی امام حسن علیہ السلام اور امیر شام اور دونوں سپاہ کو بھی معلوم تھا کہ اگر جنگ جاری رہی تو کامیابی امیر شام کی ہو گی، اگر ان حالات میں امام حسن علیہ السلام جنگ جاری رکھنے پر اصرار فرماتے اور کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتے تو ہر شخص اپنے کو یقین دیتا کہ ان کی سرزنش کرے اور جو کچھ ان کی زبان پر جاری ہوتا کہتے اس دن اگر امام حسن علیہ السلام جنگ کے اس عذر کو قبول نہ کرتے، جبکہ امام علیہ السلام جانتے تھے کہ امیر شام ان صلح کی شرائط پر عمل نہیں کرے گا اور کبھی بھی جان و مال اور دین امت مسلمہ کا مین نہیں ہو سکتا تو کوئی بھی امام علیہ السلام کے اس عذر کو قبول نہ کرتا، کیونکہ امیر شام ان شرائط کو قبول کرنے سے تمام لوگوں کی آنکھوں میں خاک و ہول چکا تھا، جبکہ بنی امیہ کا یہ بدترین چہرہ ابھی تک ظاہر و آشکار نہیں ہوا تھا، جس سے لوگ امام حسن علیہ السلام کی نظر کو قبول کرتے اور آپ کی مدد یا امیر شام کی سرزنش کرتے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، جبکہ لوگ ان کو ایک بے سابقہ مسلمان ہونے سے حیثیت دیکھتے تھے اور تبلیغات امیر شام سے لوگ بڑے متاثر ہو چکے تھے، لیکن امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں ان کے فریب نما چہرہ سے پرده ہٹ چکا تھا جس سے آپ کی فدا کاری اور قربانیاں حقیقت و احل حقیقت کے لئے آثار جاودا نہ چھوڑ گئیں، شکر خدا، اس کی مزید وضاحت کے لئے اس کتاب کی فصل چودہ میں رجوع کریں

(۲) متن شرائط و عهد نامہ کا مطالعہ اس کتاب کی فصول میں کر سکتے ہیں

تعبیر فرمایا، جس طرح صلح حدیبیہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے قریبی اصحاب نے اس صلح پر اعتراضات کئے تھے، اسی طرح امام حسن علیہ السلام کی صلح پر آپ کے قریبی ساتھیوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تھی، لیکن اس بات نے آپ کے قطعی ارادہ پر کوئی لطمہ وار نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے اس سے دل تگنی کا اظہار فرمایا، اس روشن کو آپ نے باقی نوماموں کے لئے بطور نمونہ چھوڑا ہے، اس کے بعد ان دوسرا جوانان جنت نے اس نمونہ سے الہام لیتے ہوئے اپنی حکیمانہ اور مدبرانہ سیاست جس سے ہنگامی شرارت کو آرام پور سکون رکھنے کے لئے بڑی متناسن سے رہبری کر رہے تھے انتخاب فرمایا، درحقیقت یہ روشن خاندان پیغمبر اکرم ﷺ کی سیاست کا ایک حصہ تھا جس کا بنی ہمیشہ حق تھا نہ کہ ذاتی کامیابی، اس صلح سے امام حسن علیہ السلام چاہتے تھے کہ امیر شام کا راستہ روکنے کے لئے انہیں کے درمیان سے اُن کے راستہ پر ایک مخفی دشمن بیٹھایا جائے جو ان کی ناکامی کے لئے اُن ہی کے ہاتھ سے وسائل مہیا کرے اور ایسی چیز کو مکن بنائے، جس سے بنی امیہ کے مضبوط ترین قلعہ میں اُن ہی کے ہاتھوں نفوذ کیا اور اُن کی کامیابی کو ناکامی میں بدل کر کھدیا۔

وہ شرائط جو امام حسن علیہ السلام نے صلح کی قرارداد میں رکھی تھیں ابھی چند دن نہیں گذرے تھے کہ امیر شام نے انہیں پاماں کر دیا، جس دن عراقی فوج کا پس سالار مقام خیلہ میں امیر شام سے جاملا تھا، اُس دن امیر شام نے اپنی کامیابی کی مستی میں خطبہ دیا اور کہا، اے اہل عراق! مجھے خدا کی قسم میں نے تمہارے ساتھ جنگ نمازو روزہ اور حج و زکوٰۃ کے لئے نہیں کی ہے، بلکہ میری جنگ نقطہ حکومت کے لئے تھی اور وہ خدا نے مجھے نصیب کر دی ہے حالانکہ تم اسے نہیں چاہتے تھے! اب مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو اقیازات میں نے حسن بن علی علیہ السلام کو دیے تھے اب وہ سب میرے پاس ہیں! جو نبی بیعت کا کام اپنے اختتام کو پہنچا، اس نے دوبارہ خطبہ دیا، حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کو نازیبا الفاظ سے پکارا، امام حسین علیہ السلام اٹھے تاکہ اُسے جواب دیں مگر امام حسن علیہ السلام نے روک لیا!

تحوڑی ہی دیر بعد آپ خود اٹھے اور فرمایا۔ اے امیر شام تو نے جو حضرت علی علیہ السلام کا نام لیا ہے! میں حسن علیہ السلام ہوں اور علی علیہ السلام میرے باپ ہیں، تو معاویہ اور تیرا باپ صحر ہے میری ماں فاطمہ بنت اسد اور تیری ماں ہند ہے، میرے جدہ احمد پیغمبر اکرم ﷺ ہیں اور تیرے جد عتبہ ہے، میری جدہ خدیجۃ الکبری اور تیری جدہ فتیلہ ہے، ہم دونوں میں سے خدا اُس پر

بعد والی تعداد کافی زیادہ تھی (متترجم)

لعنت کرئے جو حسب و نسب کے لحاظ سے پست تر ہو، جن کی نسل اسلام کیلئے نگ و عار کا سبب ہوا اور اس کا گذشتہ شریر ترین ہو، جس کا سابقہ زمانہ کفر و نفاق میں گذر رہا ہو، امام حسن علیہ السلام کی اس آواز پر مسجد کے اکثر افراد نے آمین کی، اس کے بعد امیر شام کی سیاست نے پے درپے کتاب و مفت کی عناصرت میں راہ پیدا کیا، منکرات دینی (یعنی فعل حرام) کو انجام دیا جس سے اس کی واقعی شکل ظاہر ہو گئی، اس کی خلاف کاریوں کے چند نمونے موجود ہیں۔

نیک لوگوں کو قتل کرنا، لوگوں کی ناموس کی آبروریزی کرنا، بیت المال کا بے دریغ خرچ کرنا، آزاد لوگوں کو زندان میں رکھنا، اصلاح طلب لوگوں کو وطن سے نکال دینا، حکومت کے بدترین لوگوں کی حمایت کرنا، مثل عمر و عاص، مغیرہ بن شعبہ، خالد بن سعید، بسر بن ارطاء، ابن جندب، ابن السسط، مروان بن حکم، ابن مرجانہ، ابن عقبہ زیاد بن سمیہ اور اس قسم کے دوسراے افراد کی حمایت کرتا تھا، زیاد بن سمیہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں امیر شام نے اس کے باپ عبدی کی فنی کی تھی، بلکہ اس کو اپنے پاپ ابوسفیان کی طرف نسبت دی کہ یہ اس کا بیٹا ہے چونکہ ابوسفیان اس کی ماں کے ساتھ نامشروع تعلقات رکھتا تھا تاکہ اس کو اپنے بھائی ہونے کی نسبت دے سکے، اس طرح اس کو عراق کے شیعوں پر مسلط کیا، جس کے ہاتھ سے عراق میں شیعوں کے خلاف ایسی آگ روشن کی جس کا بیان کرنا بہت سخت ہے۔

اُن کے نوجوانوں کو قتل کیا، اُن کی عورتوں کو کنیز بنا کیا، بغیر مالک بھیڑوں کے گلہ کی طرح ظلم کے ساتھ ان کو وہاں سے منتشر کیا، اُن کے گھروں کو جلا کیا، اموال کو لوٹا، بلکہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح ہو سکا ان پر ظلم و ستم کیا، امیر شام کا آخری جرم جس کا ارتکاب کیا یہ تھا کہ اپنے بدترین فرزند ریزید کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور اس بدترین شخص کے ہاتھوں کو مسلمانوں کے دین و دنیا کو کھلوانا بنانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا، بلکہ اس پلید ترین شخص سے ایسی جنایات سرزد ہوئیں جو ناقابل جبران ہیں! مثل واقعہ کر بلکہ قتل عام حزا و اور کعبہ کو سکباران کرنے جیسے واقعات ہیں!

امیر شام کا یہ آخری جرم و جنایت اس کی حکومت کے تمام ابتدائی جرائم سے مسلک تھا، اگرچہ اس کے جرائم کی ابتداء اور انتہا کے درمیان بہت فاصلہ تھا مگر اس کی شرارتیں و جنایتیں اس قدر منظم تھیں کہ انسان کو تعجب میں ڈال دیتی ہیں، چند سال میں ان کو کس طرح انجام دیا گیا اور لوگوں نے اُن کو کیسے برداشت کیا ہے؟! اگر اس کے ظلم و شکنہوں کو دنیا کے تمام لوگوں کی عمر پر تقسیم کیا جائے تو تمام لوگوں کی زندگی کو جہنم میں تبدیل کر سکتے ہیں، بہر حال مہم یہ ہے کہ بعد والے تمام حوادث امام حسن علیہ السلام کے راہ روشن کی تفسیر کرتے ہیں، لیکن امام حسن علیہ السلام کا مہم ترین ہدف یہ تھا کہ اس طاغوت کے چہرہ کو بے نقاب کیا جائے اور وہ خواب

جو بنی امیہ والے جناب رسول خدا ﷺ کی رسالت کے بارے دیکھ رہے تھے اُس کی تعبیر کو ظاہر ہونے سے روکا جائے، پس امام حسن علیہ السلام کا یہ مقصد پورا ہو گیا جس سے ان چوروں کا بناوٹی چہرہ ظاہر ہو گیا اور بنی امیہ کے سر پر سوائی کے بادل آئندانے لگے حمد و شکر، ہوداگی نعمات پر، جس کی بابرکت تداہیر سے آپ کے بھائی سید اشحد امام حسین علیہ السلام نے قیام عاشوراء سے اسی حقیقت کو روشن کیا، جو صاحبان عقل کے لئے ہمیشہ عبرت ناک ہے، امام حسن و امام حسین علیہما السلام رسالت کے دورخیز ہیں ان پر درود وسلام ہو، جنہوں نے حالات کی اہمیت کو مدد نظر رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو اپنے مقام پر انجام دیا یہاں تک کہ فدا کاری وقربانی میں ایک دوسرے کے ساتھ برادر کے شریک رہے۔

امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنی جان قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں کیا مگر امام حسین علیہ السلام نے میدان کر بلا میں اپنی جان قربان کر دی اور امام حسن علیہ السلام نے اپنی جان کو جہاد صامت کے لئے آمادہ رکھا کیوں؟ چونکہ وقت کا تقاضا ہی یہی تھا، لیکن قبل اس کے کہ شہادت کر بلکہ حسینی ہو جسی بھی تھی، صاحبان عقل کے نزدیک صلح امام حسن علیہ السلام فدا کاری و شہادت سے زیادہ مخلوط ہے حتیٰ شہادت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ، کیونکہ امام حسن علیہ السلام میدان فدا کاری میں ایک نہ تھکنے والے رہبر تھے، جنہوں نے محکم پاسیداری و ثابت قدی اور اپنے مظلومانہ چہرہ سے دشمن کو مغلوب کر دیا، عاشوراء کے دن شہادت امام حسین علیہ السلام اس لئے شہادت حسینی بھی تھی کہ اس شہادت کی بنیاد و نقشہ اور وسائل امام حسن علیہ السلام نے فراہم کئے تھے، چونکہ امام حسین علیہ السلام کی کامیابی اس بات پر موقوف تھی کہ آپ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں اور ان کی حقیقت کو بے نقاب فرمائیں۔

اس بات کی روشنی میں امام حسین علیہ السلام نے جو، ابدی کامیابی و نصرت حاصل کی ہے یہ ان دو پاک گوہروں کے ہم رکاب ہونے کی وجہ سے تھی، چونکہ حکیمانہ صبر و تحمل اور پاسیداری امام حسن علیہ السلام کی طرف سے اور جرأت مندانہ قیام اور زیل عن اللہ علیہ کی بے دینی کا مقابلہ امام حسین علیہ السلام کی طرف سے تھا، ان دو صورتوں سے ہی ایک باہف و کامل جنگ کا نقشہ اور ایک ہی مقصد و جو دل میں آتا ہے۔

ان دو واقعہ یعنی صلح امام حسن علیہ السلام اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب لوگ ان واقعات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو بنی امیہ میں فقط جاہلیت و کینگی کو دیکھتے ہیں، اگر تمام دنیا کی جاہلانہ کارستانياں اور ظالمانہ کاموں کو جمع کیا جائے تو یہ ان کی ظالمانہ کارستانياں اور ظلم، اسلام اور مسلمانوں کے لئے اُن سے کم نہیں ہیں، لوگوں نے بنی امیہ کو ایک دم دار بندر کی طرح پایا ہے جب بھی یہ لوگ منبر رسول ﷺ پر جاتے تو امت مسلمہ کو اپنے دانتوں سے بھیڑیا کی طرح کاٹتے تھے اور پچھوکی طرح ڈستے تھے،

چونکہ اب بھی ان میں وہی اباء و اجداد والا بدترین چہرہ موجود تھا، لیکن تربیت اسلام ان کی شرارتوں سے اثر انداز نہیں ہوئی اور نہ ہی مکار اخلاق محمدی نے ان کی وجہ سے پستی اختیار کی ہے۔

وہی جنگِ احمد میں ان کا جگر چبانا ہی تھا کہ بنی امیہ کے بدترین کینہ نے ان کو عاشوراء کے دن جلا و خون خاری ہیں۔ تبدیل کر دیا تھا، حتیٰ یہاں تک پہنچ کے قتل امام حسین علیہ السلام پر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان کے بدن مبارک کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا، پھر ان کے بدن مبارک کو برہنسہ پتے ہوئے ریگزار میں بلا کفن و فن زمینی درندوں اور آسمانی پرندوں کے لئے چھوڑ دیا، ان کے سروں کو نیزوں پر بلند کر کے شام لے گئے، یہاں تک بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ مندراتِ عصمت و طہارت نو اسیاں رسول مکرم ﷺ کو اسیر کر کے شہربہ شہر لے جایا گیا!!! لوگوں نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام نے مسلمت صلح کر لی ہے لیکن یہ صلح بھی امام حسن علیہ السلام کو ان کی دشیگری اور پلیدنیتوں سے محفوظ نہ رکھ سکی حتیٰ کہ امیر شام کی دشمنی نے امام علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا۔

لیکن امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ اس امت مسلمہ کو بنی امیہ کے چنگل سے آزاد کرنے کا وقت آن پہنچا ہے اور اس کے لئے میدان ہموار ہے تو آپ نے قیام فرمایا، لیکن یہ قیام بھی ان کو بھیریا صفت اور دشیگری سے نہ روک سکا حتیٰ کہ ان کی یہ دشیگری بہت آگے تک نکل گئی، حق تو یہ ہے کہ لوگوں کی عمومی رائے اس آتش سوز اسرار کو کھوٹی اور تمام مقامات پر دقت نظر اور کامل سوچ بوجھ سے اس حقیقت کو دیکھا جاتا تا کہ پتہ چلے وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے بنی امیہ کو خاندان رسانست آب ملٹھیا تسلیم سے مخفف کیا ہوا تھا، اگر دل کی آنکھوں اور ہوش وہ واس سے دیکھا جائے تو صدر اول سے لے کر آج تک کون سے راز و سرگوشیاں ہوتی رہی ہیں، ان ستم پیشہ بنی امیہ نے چراغ آل محمد علیہ السلام کو خاموش کرنے کی کوشش کیوں کی ہے تاکہ امت اسلامی کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنے کے راز کو پہچانا جاسکے؟ ہاں ان ۲ وجود مقدس امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی برکت و حکیمانہ تدبیر نے بنی امیہ اور ان کے دوستوں کی ظاہری و پوشیدہ کارستانیوں سے ایسا پرده اٹھایا کہ لوگوں کی نظریں ان کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں، اس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ بنی امیہ اور اسلام کے درمیان جو عداوت و دشمنی کا گہرا بیط ہے یہ قابل صلح نہیں ہے، کیوں؟ اگر امیر شام کا مقصد فقط حکومت لینا تھا نہ کہ اسلام سے دشمنی، تو وہ امام حسن علیہ السلام کا صلح کر لینے سے حاصل ہو چکا تھا

پھر امام علیہ السلام کو زہر سے مسموم کیوں کیا؟

پھر ان پر اور دوسرے اصحابِ ظلم و بیدار کیوں؟ ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کربستہ کیوں؟ اس کی کیا دلیل